Tauseeq, Volume. 7, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v7i1.4

Received: 21-06-2026
Accepted: 25-06-2026
Published: 30-06-2026

عزیز اعجاز کی شاعری میں علمُ البیان اور علمُ البدیع کے فنی و جمالیاتی مظاہر

Artistic and aesthetic manifestations of the science of explanation and the science of innovation in the poetry of Aziz Ijaz

ڈاکٹر صدف عنبرین *
اسسٹنٹ پروفیسر
شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

Abstract:

Aziz Ejaz is one of the prominent contemporary Urdu poets whose poetry reflects romanticism, human emotions, social consciousness, and artistic excellence. His poetic collection *Pindar* demonstrates a remarkable use of rhetorical and literary devices that enhance both the beauty and effectiveness of his expression. This article critically examines the application of *Ilm-ul-Bayan* (figures of speech) and *Ilm-ul-Badi‘*(embellishments) in Aziz Ejaz's poetry. Through an analytical study of selected verses, it explores the use of simile, metaphor, metonymy, and allusion, along with various rhetorical devices such as *tajnis* (paronomasia), *ishtiqaq* (derivation), repetition, and contrast. The study concludes that Aziz Ejaz successfully combines artistic craftsmanship with emotional depth, making his poetry aesthetically appealing as well as intellectually engaging. His mastery of classical rhetorical traditions places him among the significant voices of modern Urdu poetry.

Keywords: Urdu Poetry, Ilm-ul-Bayan, Ilm-ul-Badi‘, Simile, Metaphor, Literary Criticism.

---

* ڈاکٹر صدف عنبرین، اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

اردو شاعری کی لطافت کا ایک بنیادی سبب اس کی فنی ندرت بیانی ہے۔ شاعر جب اپنے احساسات، جذبات اور مشاہدات کو ادبی پیرائے میں بیان کرتا ہے تو اس کے کلام میں تاثیر، دلکشی اور معنوی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ علمُ البیان اور علمُ البدیع اردو شاعری کے وہ دو اہم ستون ہیں جو شاعری کو فکری اور جمالیاتی اعتبار سے بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

معاصر اردو شاعری میں عزیز اعجاز ایک معتبر اور منفرد شاعر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں عشق و محبت، فطرت، یادِ ماضی، انسانی دکھ اور عصری شعور کے ساتھ ساتھ فنی مہارت بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ انھوں نے روایت اور جدت کے حسین امتزاج سے اپنے شعری اسلوب کو ایک الگ شناخت عطا کی ہے۔ ان کا شعری مجموعہ پندار اس فنی شعور کا روشن مظہر ہے۔ عزیز اعجاز بنیادی طور پر رومانوی شاعر ہیں۔ اُنھوں نے رومانیت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ عالم شباب میں ایک شاعر جن کیفیات سے دو چار ہوتا ہے اُنھوں نے یہ تمام جذبات بخوبی بیان کیے ہیں۔ اُنھوں نے جذباتی اور رومانوی شاعری کی ہے حسن و عشق اِن کے اہم موضوعات ہیں لیکن اُنھوں نے حقیقت و واقعیت کو بھی اپنا موضوعِ سخن بنایا اِن کے نزدیک کائنات حسن کے بغیر ادھوری ہے حسن و عشق میں بھی وہ پاکیزگی کے قائل ہیں۔ اپنی غزلوں اور نظموں میں اُنھوں نے حسن و عشق کے علاوہ عصری شعور کو بھی محسوس کیا۔ اُنھوں نے اپنی نظموں میں موسموں کے حوالے سے ایک نگار خانہ تعمیر کیا ہے۔ ماضی کی یادوں میں پناہ ڈھونڈنا رومانیت کا ایک اہم عنصر ہے اور یہ عنصر اعجاز کی شاعری میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اِن کی نظمیں قاری کو ماضی کی حسین یادوں میں لے جا کر مستقبل کے سہانے خواب دکھاتی ہیں۔ فطرت پرست شاعر ہونے کے ناتے وہ اکثر مناظر فطرت کے گن گاتے نظر آتے ہیں۔ اِن کی دنیا حسن و عشق کے بغیر ادھوری ہے وہ عشق میں حسن اور حسن میں عشق کا بیان انتہائی دلکشی سے کرتے ہیں۔ اِن کی شاعری میں عشق و محبت کا نشہ، شباب اور مسرت ٹھاٹھیں مارتے نظر آتا ہے۔ عزیز اعجاز کے بارے میں رضا ہمدانی یوں رقمطراز ہیں:

> ''عزیز اعجاز کا شعری مجموعہ ''پندار'' جدید ادب کی دنیا میں بڑی سج دھج کے ساتھ رونما ہوا ہے۔ نظم جدید میں احساس کرب کی فراوانی ہے۔ دلدل ہو کہ گریز پسپائی سے پہلے ہو کہ ملتے جلتے موسم زیر لب ہو کہ راکھ پر قدم یا پھر کسک۔ ان سب میں وقت کی اذیتوں کا احساس و کرب ہے''۔(1)

علمُ البیان و بدیع بلاغت کی وہ شاخیں ہیں جس کے ذریعے ایک ہی مفہوم کو مختلف اسالیب میں ادا کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد کلام کو فصاحت، بلاغت اور حسنِ اظہار سے آراستہ کرنا ہے۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ اس کے بنیادی ارکان ہیں۔ عزیز اعجاز نے اپنی شاعری کو

خوبصورتی بخشنے کے لیے علم البیان اور بدیع کا اِستعمال کثرت سے کیا ہے۔ اپنے کلام کو فصیح وبلیغ بنانے کے لیے اُنھوں نے علم البیان کا سہارا لیا ہے۔ جبکہ اِس کو مزید نکھارنے کے لیے علم البدیع کا برمحل اِستعمال کیاہے۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ کا اِستعمال کر کے وہ علم البیان کے تقاضوں پر پورے اترے ہیں اُنھوں نے استعارہ کا استعمال کثرت سے کیا ہے اور مجازِمرسل کو بھی بطور خاص اپنی شاعری میں شامل کیاہے۔ جبکہ علم البدیع میں اُنھوں نے مختلف صنعتوں کا اِستعمال اِس خوبی کے ساتھ کیا ہے کہ قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ انہوں نے علم البدیع کی تمام صنعتوں کو برتا ہے۔ صنعت تکرار اور صنعت تضاد کا اِستعمال بکثرت کیا ہے۔ جس کا واحد مقصد کلام کی برجستگی اور بے ساختگی ہے۔ فنی حوالے سے اُنھوں نے علم البیان اور بدیع پر خاص توجہ دی ہے۔ اپنی شاعری میں وہ اِن مختلف صنعتوں سے ایک ایساگلستان تخلیق کر لیتے ہیں۔ جس میں ہر ایک صنعت میں ایک الگ پھول کی طرح مہک رہاہوتاہے۔ جو اِن کی شاعری کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ اپنی شاعری میں اِن صنعتوں کے بیان کو وہ اہم اور دلچسپ سمجھتے ہیں۔ "عزیز اعجاز نے رنگارنگی کی ایک دنیا تعمیر کی ہے جس کی خوشبوسے قاری معطر ہوتا ہے۔ ان کی شاعری علم البیان اور بدیع کے حوالے سے ایک شاہکار ہے۔ سواُن کی فنی مہارت دیکھنے کے لیے علم البیان وبدیع کے حوالے سے ان کی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں۔ عزیز اعجاز نے علمُ البیان کے تمام عناصر کو نہایت فطری انداز میں اپنی شاعری کا حصہ بنایاہے۔ان کے ہاں یہ صنعتیں محض لفظی آرائش نہیں بلکہ جذبے کی ترجمان بن کر سامنے آتی ہیں۔

عزیزاعجاز کی شاعری میں تشبیہ کافنی استعمال

تشبیہ کا لفظی مطلب" مشابہت دینا" ہے لیکن علم البیان کی رو سے کسی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا تشبیہ ہے۔ جب کسی چیز کو کسی ایک یا ایک سے زائد مشترک خصوصیات کی بناء پر دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے تشبیہ کہتے ہیں۔ تشبیہ کا مقصد اِس پہلی بیان کی گئی چیز کی حالت، کیفیت، صفت کو واضح کرتا ہے۔ تاکہ اِس سے کلام میں دِل نشینی پیدا ہو۔ تشبیہ علم البیان کا اہم رکن ہے جو کہ ہماری روزمرہ گفتگو میں عام طور پر استعمال ہوتی ہے۔ تشبیہ شاعری کو تصویریت عطا کرتی ہے۔ عزیز اعجاز کی تشبیہات تصنع سے پاک اور فطری حسن سے مالامال ہیں۔

ؔ پلک پلک وہ ستارے سے جگمگاتا ہوا
وہ شام کو بھی بچھڑتے مسکراتا ہوا (۲)

اس شعر میں محبوب کو ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ستارہ روشنی، حسن اور دلکشی کی علامت ہے۔شاعر محبوب کی شخصیت کو آسمانی حسن کے ساتھ وابستہ کرکے اس کی جمالیاتی عظمت کو نمایاں کرتا ہے۔ بچھڑنے کے لمحے میں مسکراہٹ محبوب کے وقار اور جذباتی استحکام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔یہ تشبیہ شعر میں رومانوی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دلکش منظر بھی تخلیق کرتی ہے۔

؎ تم اپنا پھول سا چہرہ سنوارا کرنا
اگر کبھی کوئی اُڑتی ہوئی خبر آئے(۳)

یہاں محبوب کے چہرے کو پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔پھول حسن، نزاکت،خوشبو اور تازگی کی علامت ہے۔شاعر محبت کے لطیف احساس کو نہایت سادہ لیکن مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے۔تشبیہ کے ذریعے محبوب کے حسن کو مجسم شکل عطا کر دی گئی ہے۔

استعارہ

"استعارہ " کے معانی اُدھار دینے کے ہیں علم البیان کی رو سے کسی ایک چیز کے لیے دوسری چیز کی صفات اس طرح اُدھار لینا کہ اس کے حقیقی ومجازی معنوں میں تشبیہ پائی جائے،تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں ۔ عام طور پر تشبیہ کے اختصار کے لیےاور کلام میں مبالغہ آرائی کے لیےاستعارہ کا استعمال ہوتا ہے تشبیہ میں مشبہ کو مشبہ کے مانند ٹھرایاجاتا ہے لیکن استعارہ میں ہو بہووہی چیز ٹھہرانے کی روش عام ہے ۔

استعارہ شاعری میں معنوی وسعت پیدا کرتا ہے۔عزیز اعجاز کے ہاں استعارہ صرف فنی ضرورت نہیں بلکہ داخلی کرب اور تجربات کی ترجمانی کا وسیلہ ہے۔

؎ کئی منظر چھپے ہیں میرے اندر
بظاہر
ایک ٹوٹا
آئینہ ہوں(۴)

یہ شعر شاعر کی داخلی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ ''ٹوٹا آئینہ '' انسانی شکستگی، محرومی اور بکھرے ہوئے تجربات کا استعارہ ہے۔ شاعر اپنی ذات میں پوشیدہ بے شمار کہانیوں اور تجربات کو اس استعارے کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ شعر میں نفسیاتی گہرائی اور فکری وسعت نمایاں ہے۔

؎ زندگی ایک چتا تھی اپنی
ہم نے ہر موڑ پہ جلنا چاہا (۵)

یہاں ''چتا'' زندگی کی تلخیوں، قربانیوں اور مسلسل آزمائشوں کا استعارہ ہے۔ شاعر زندگی کے کٹھن سفر کو ایک ایسی آگ سے تعبیر کرتا ہے جس میں انسان ہر لمحہ جلتا رہتا ہے۔ یہ شعر وجودی کرب کی ایک مؤثر تصویر پیش کرتا ہے۔

مجازِ مرسل

یہ علمِ بیان کی ایک اہم قسم ہے۔ جب لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اسطرح استعمال ہو کہ ان کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس میں کوئی اور ہی تعلق پایا جائے اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ استعارہ میں لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوتے لیکن حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پایا جائے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔ جیسے روٹی کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس میں ایک روٹی مراد نہیں بلکہ روزگار مراد ہے تشبیہ کے علاوہ یہ تعلق کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً؛ عزیز اعجاز کی شاعری میں مجازِ مرسل کا استعمال نہایت بامعنی اور فطری ہے۔

؎ جیسا موڈ ہو ویسا منظر ہوتا ہے
موسم تو انسان کے اندر رہتا ہے (۶)

یہ شعر عزیز اعجاز کے معروف ترین اشعار میں شمار ہوتا ہے۔ شاعر نے ''موسم'' کو انسانی کیفیت کے لیے استعمال کیا ہے۔ دراصل خوشی، غم، امید اور مایوسی ہی وہ داخلی موسم ہیں جو انسان کی دنیا کو رنگ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعر ایک نفسیاتی اور فلسفیانہ حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔

؎ اُس کے ہاتھوں میں مہکتا ہوا گلدستہ ہے
اُس کے ہونٹوں پہ بھری آئی وداعی مسکان (۷)

اس شعر میں جدائی کا منظر بڑی دلکشی سے پیش کیا گیا ہے۔ ہاتھوں میں موجود گلدستہ محبت کی یادگار ہے جبکہ ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ بچھڑنے کے درد کو چھپانے کی علامت بن جاتی ہے۔ مجازِ مرسل شعر میں معنوی وسعت پیدا کرتا ہے۔

کنایہ

کنایہ کے لغوی معانی "پوشیدہ یا خفیہ بات" کے ہیں۔ علم البیان میں اِس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی لفظ مجازی معنی میں یوں اِستعمال ہو کہ اِس سے حقیقی معانی بھی مراد لیئے جا سکیں۔ مثلاً" سفید پوش "ظاہر ہے سفید پوش عزت والا بھی ہے اور سفید لباس پہنے والا بھی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ سفید ریش اِس سے مراد بزرگ آدمی اور سفید داڑھی والا شخص ہے۔ اِس سے مجازی معانی بھی لیے جا سکتے ہیں لیکن حقیقی معانی بھی واضح طور پر لے سکتے ہیں۔ کنایہ شاعر کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ ایک بات کو بالواسطہ انداز میں بیان کرے۔

؎ باندھ لو رختِ سفر شہر سے اپنا اب تو
اب تو اعجاز یہاں سے بھی سواری جائے (۸)

یہ شعر انسانی زندگی کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "رختِ سفر" موت کی تیاری کا کنایہ ہے۔ شاعر نہایت نرم اور مہذب انداز میں زندگی کے اختتام کا ذکر کرتا ہے۔ یہی کنایہ شعر کی تاثیر کو دوچند کر دیتا ہے۔

؎ آخرش چھوڑ دی اصنام پرستی ہم نے
اور سجدوں کے نشاں مٹ گئے پیشانی سے (۹)

اس شعر میں "اصنام پرستی" محبوب کی اندھی عقیدت اور عشقِ مجازی کا کنایہ ہے۔ شاعر خود آگہی اور فکری بلوغت کے مرحلے کو بیان کرتا ہے۔ شعر میں داخلی ارتقا کی خوبصورت جھلک موجود ہے۔

عزیز اعجاز کی شاعری میں علم البدیع

بدیع کے لغوی معنی" اچھوتے اور نادر " کے ہیں۔ جس کے ذریعے کلام میں معنوی و لفظی خصوصیت کی بدولت اچھوتا پن پیدا ہوتا ہے ۔ لیکن صنائع بدائع کلام میں اِس انداز سے آنا کہ اُس کے آنے کا احساس نہ ہو اور وہ بے تکلفی سے کلام کی زینت بنے ۔ اگر کوئی خوبصورت گھر تعمیر کیا جائے اور رنگ وروغن سے محروم ہو تو اُس گھر کی خوبصورتی باقی نہ رہے گی۔ یہی مثال صنائع و بدائع کی بھی ہے کیونکہ یہ کلام میں دلکشی و دِل آویزی پیدا کرنے کا سبب ہے ۔اِس کا زیادہ تر تعلق آرائش و زیبائش وحسن آراء سے ہے ۔ اگرچہ یہ علم ، علم البیان کے قاعدوں کی طرح ضروری تو نہیں مگر اِس کے اضافے سے کلام میں منفرد قسم کی خوبصورتی پیدا ہوتی ہے ۔اِن کی موجودگی شاعر پر لازم یا واجب نہیں البتہ یہ کلام کو خوبصورتی سے مزین کرتی ہے۔ شاعر اپنے کلام میں صنائع بدائع کا اِستعمال دو طریقوں سے کرتے ہیں۔ صنائع لفظی اورصنائع معنوی ۔ صنائع لفظی سے مراد وہ صنعت ہے جس کے ذریعے کلام میں لفظی حسن پیدا ہوتا ہے صنائع لفظی کوئی مخصوص صنعت نہیں بلکہ اِس کے ذریعے دیگر صنعتیں وجود میں آتی ہے ۔اِن میں بعض صنائع کا آج کل کی شاعری سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ قدیم شاعری میں اِستعمال ہوتی تھی تاہم کچھ صنائع بدائع ایسی بھی ہے جو دور جدید سے تعلق رکھتی ہے اور اِن کی ادبی حیثیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔صنائع لفظی کے ذریعے وجود میں آنے والی چند صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ صنعت تجنیس، صنعت اشتقاق، صنعت تکرار ، صنعت رعایت لفظی اور تضمین وغیرہ اور صنائع معنوی علم البدیع کا وہ قاعدہ ہے جس میں خوبصورتی معنوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔اِس سے کلام میں معنوی حسن پیدا کیا جاتا ہے ۔اِن میں تضاد، مراۃ النظیر ، ایہام ، لف و نشر ، تلمیح، حسن تعلیل، عکس،مبالغہ، تلمیع اور صنعت سیاقتہ الاعداد شامل ہیں۔ سو یہ تمام صفتیں کلام میں معنوی لحاظ سے دلکشی پیدا کرتی ہے ۔ صنائع لفظی چونکہ کلام میں اپنے الفاظ کے ذریعے دِل آویزی پیدا کرتی ہے لیکن اِس کے برعکس صنائع معنوی میں الفاظ کے مطالب سے حسن پیدا کیا جاسکتا ہے ۔ علمُ البدیع شاعری میں لفظی اور معنوی حسن پیدا کرتا ہے۔ عزیز اعجاز نے مختلف بدیعی صنعتوں کو بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے۔

صنعتِ تجنیس

تجنیس سے مراد وہ صنعت ہے جب شعر میں دو ایسے الفاظ استعمال ہو جو لکھنے اور پڑھنے میں یکساں ہو لیکن ان کے مطالب الگ الگ ہو کلام میں ایسے دو یا دو سے زیادہ الفاظ لانا جو یا تو مشابہ ہو یا قریب قریب ہو ۔ جو نظم اور نثر میں خوبصورتی کا سبب بنے ۔ صنعت تجنیس کہلاتا ہے ۔

ے ایک دن خاموشی ہر اک محفلِ احباب میں
کیا
ہوا کرتا
ہے دردِ
بے زبانی سوچنا(۱۰)

اس شعر میں لفظی مناسبت اور صوتی حسن نمایاں ہے۔ خاموشی اور بے زبانی مل کر ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہیں جس میں انسانی کرب شدت سے محسوس ہونے لگتا ہے۔ تجنیس نے عزیز اعجاز کے اس شعر کی موسیقیت کو بڑھا دیا ہے۔

صنعتِ اشتقاق

نثر یا شاعری میں چند اِیسے الفاظ لا نا جو ایک ہی مادے سے بنے ہوں مثلاً شعر ، شعار ، شاعر، شاعری، شعور، کٹا، کٹنے ، کٹی ، یا گزر، گزرے ، گزری وغیرہ ۔ صنعت اشتقاق کی بھی دو اقسام ہیں۔

ے جب کچھ نہ ہوا
اور مرے قتل کا ساماں
لکھ دی مرے قاتل نے مرے نام اُداسی (۱۱)

اِس شعر میں بھی شبہ اشتقاق کا اِستعمال ہوا ہے۔ یہ الفاظ بظاہر ایک ہی مادے سے بنے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ شعر میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اِن کی فنی صنعت گری نے اِن کے فکر پر کوئی اثر نہیں ڈالا بلکہ موضوع کوئی بھی ہو وہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا ضرور منواتے ہیں۔ عزیز اعجاز نے اِس صنعت کیساتھ پورا انصاف کیا ہے کیونکہ وہ جس صنعت کو بھی اِستعمال کرتے ہیں اُس کو دِل سے بنھاتے ہیں عزیز اعجاز کی شاعری میں اِیسے کئی اشعار ملتے ہیں جو صنعت اشتقاق کی عمدہ اور واضح مثالیں ہیں۔

ے اَن گنت زیست کے ہوتے ہیں تقاضے جاناں
ورنہ گزرے تو گزر جائے ہوا پانی سے (۱۲)

صنعت تکرار:

عزیز اعجاز کی شاعری میں صنعت تکرار وہ واحد صنعت ہے جس کا سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔اِن کے ہاں صنعت تکرار میں موسیقیت خاصیت بھی پائی جا تی ہے۔ان کے ہر ایک شعر میں غنائی کیفیت ہے۔کیونکہ غزل ہو یا نظم ہو اُنھوں نے صنعت تکرار کو بخوبی نبھایا ہے۔ تکرار کا اِستعمال ان کی شاعری کا اہم جزو ہے ۔جو اِن کی شاعری کو حسن بخشتا ہے۔لمبی ہو یا چھوٹی بحر وہ صنعت تکرار کے اِستعمال پر عبور رکھتے ہیں۔

ے میں رات رات گئے کانپ کانپ اُٹھتا ہوں
ہوا چلے سے بھی اعجاز مجھ کو ڈر آئے (۱۳)

صنعت تضاد

عزیز اعجاز صنائع معنوی کو نبھاتے ہوئے تضاد کو شامل کرتے ہیں۔صنعت تضاد چونکہ صنائع معنوی کا پہلا رکن ہے اور تضاد کے اِستعمال سے شعر کی معنویت پر بھی اثر پڑتا ہے۔اِسی لئے عزیز اعجاز نے سوچ سمجھ کر صنعت تضاد کا اِستعمال کیا ہے۔ ان کے مجموعوں کے ہر ورق پر قاری اِس صنعت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے ۔وہ زیادہ مشکل پسندی کے قائل نہیں اسی لئے اِن کے ہاں سادگی اور آسانی میں ہی صنعت تضاد کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

ے میں نفرتوں سے بھرا ہوں وہ پیار دیتا ہے
مجھے وہ شخص محبتوں کی مار دیتا ہے (۱۴)

صعنت مراۃالنظیر

ے جب کسی ساحل پہ میرا دھیان آجائے تمہیں
کن جزیروں کی طرف بہتا ہے پانی سوچنا(۱۵)

اس شعر میں مراۃ النظیر کی مثال دیکھی جاسکتی ہیں۔ساحل، جزیرہ،پانی، بہنا یہ سب الفاظ ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں۔شاعر ساحل کا ذکر کر کے جزیرہ اور پانی بہنا وغیرہ کو بھی یاد کرتا ہے اور یوں مراۃ النظیر کی ایک خوبصورت ودلکش مثال بنی ہیں عزیز اعجاز مراۃ النظیر کو بیان کرنے میں کمال رکھتے ہیں اس شعر میں آورد کا گمان نہیں ہوتا بلکہ یہ شعر فطری بہاؤ کا ایک عمدہ نمونہ ہے ان کے آورد پر بھی آمد کا گمان ہوتا ہے۔عزیز اعجاز نے مراۃ النظیر کے حقیقی مرقع پیش کیے ہیں ان کا اپنا الگ انداز ہے وہ کہی زیادہ مشکل الفاظ ڈھونڈ کر نہیں لکھتے بلکہ سادہ اور آسان الفاظ کے ذریعے اشعار کے پُھول کھلاتے ہیں

لف ونشر

عزیز اعجاز نے لف ونشر کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کلام کو رنگینیوں سے مزین کیا ہے۔ان کی شاعری میں میں لف ونشر کی ایک آدھ مثال سہی لیکن پورے اہتمام کیساتھ موجود ہیں۔

ے آنکھیں ہیں کہ انگارے ہیں آنسو ہیں کہ بادل
یہ آگ ہے یا میں ہوں یہ برکھا ہے کہ تم ہو (۱٦)

اس شعر میں لف ونشر مرتب کا استعمال کیا گیا ہے۔کیونکہ ایک خاص ترتیب سے اس کا ذکر ہوا ہے۔پہلے مصرع میں آنکھیں،آنسو لف ہے جبکہ دوسرے مصرع میں اُس کی نسبت سے آگ، برکھا نشر ہے۔اس شعر میں چونکہ لف ونشر مرتب بیان کیا گیا ہے اسی لئے لف اور نشر کے الفاظ میں ترتیب پائی جاتی ہیں،عزیز اعجاز نے ایک خاص ترتیب سے اس شعر کو جوڑا ہے کیونکہ مرتب لف ونشر میں پہلے اور دوسرے مصرع کو ایک دوسرے کی نسبت سے جوڑا جاتا ہے۔ اس شعر کو پڑھ کر قاری کا ذہن عزیز اعجاز کی فنی مہارت پر آمادگی دِکھاتا ہے

تلمیح

ے ہم سے الجھا اگر اے زمانے تو مہنگا پڑے گا تجھے
یاد رکھ وار پر تو نے کھینچا تھا جس کو وہ منصور تھا (۱۷)

اس شعر میں مشہور زمانہ واقعہ کی طرف اشارہ ہوا ہے۔منصور بن حلاج کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ سے سچا عشق کرتے تھے اِن کی زبان پر ایک ہی نعرہ رہتا تھا " انا الحق "۔اِس نعرے کی وجہ سے مخالفین اُسے کافر سمجھتے لگے اور منصور کو بے دردی سے قتل کرنے کے بعد

بھی اِن کے وجود سے انا الحق کا نعرہ بلند ہوا اور تب سے سچی عشق کی علامت منصور کا نام ہے ۔ عزیز اعجاز نے " منصور "کا لفظ بطور تلمیح اِستعمال کیا ہے ۔

صنعت سیا قتہ الا عداد

ے دو چار ہی برس میں وہ کتنا بدل گیا
تیور بدل گیے لب و لہجہ بدل گیا(۱۸)

ے نوکریوں میں پڑ کر اُجلے بال ہوئے
اب تو قید کے پورے چودہ سال ہوئے(۱۹)

عزیز اعجاز نے کئی طرح کا ہندسے اپنے اشعار میں اِستعمال کئے ہیں

عزیز اعجاز کی شاعری اردو ادب میں علم ُالبیان اور علم ُالبدیع کے کامیاب استعمال کی عمدہ مثال ہے۔انہوں نے تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ جیسے بیانی عناصر کو محض آرائش کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے شعری تجربے کا حصہ بنا دیا ہے۔اسی طرح تجنیس، اشتقاق، تضاد اور تکرار جیسی بدیعی صنعتیں ان کے کلام کو صوتی حسن اور معنوی گہرائی عطا کرتی ہیں۔

ان کی شاعری جذبے کی سچائی، فن کی پختگی اور اظہار کی شائستگی کا حسین امتزاج ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے شعری مجموعے صرف شعری مجموعے نہیں بلکہ فنی اور جمالیاتی شعور کی ایک معتبر دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عزیز اعجاز کا شمار ان معاصر شعرا میں کیا جا سکتا ہے جنھوں نے کلاسیکی شعری روایت کو جدید حسیت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے اردو شاعری کو نئے امکانات سے آشنا کیا۔

حوالہ جات

1. عزیز اعجاز، پندار قلیپ (رضا ہمدانی) کلاسیک پبلشرز، لاہور، 1991ء
2. عزیز اعجاز، پندار، کلاسیک پبلشرز، لاہور، 1991ء، ص22
3. ایضاً ص103

4. ایضاً،ص176
5. ایضاً،ص209
6. ایضاً،ص51
7. ایضاً،ص70
8. ایضاً،ص120
9. عزیز اعجاز، خواب اور موسم، ملاقات پبلی کیشنز، گل بہار، پشاور، 2014ء، ص158
10. ایضاً،ص160
11. ایضاً،ص13
12. ایضاً،ص36
13. ایضاً،ص38
14. ایضاً،ص140
15. ایضاً،ص141
16. ایضاً،ص124
17. عزیز اعجاز، خواب اور موسم، ملاقات پبلی کیشنز، گل بہار، پشاور، 2014ء، ص158
18. ایضاً،ص36
19. ایضاً،ص36

References:

1. Aziz Aijaz, *Pindar*, flap(Raza Hamdani) Classic Publishers, Lahore, 1991,
2. Aziz Aijaz, *Pindar*, Classic Publishers, Lahore, 1991, p. 22
3. Ibid., p. 103
4. Ibid., p. 176

5. Ibid., p. 209
6. Ibid., p. 51
7. Ibid., p. 70
8. Ibid., p. 120
9. Aziz Aijaz, *Khwab Aur Mausam*, Mulaqat Publications, Gul Bahar, Peshawar, 2014, p. 158
10. Ibid., p. 160
11. Ibid., p. 13
12. Ibid., p. 36
13. Ibid., p. 38
14. Ibid., p. 140
15. Ibid., p. 141
16. Ibid., p. 124
17. Aziz Aijaz, *Khwab Aur Mausam*, Mulaqat Publications, Gul Bahar, Peshawar, 2014, p. 158
18. Ibid., p. 36
19. Ibid., p. 36